خواطر و سوانح

ایک مسلمان رقاص کی تصویر دیکھکر

از محترمہ حمیدہ سلطانہ ادیب فاضل

اے کرشن کی نقل اتارنے والے نوجوان فن رقص میں کمالات دکھانا مردوں کا شیوہ نہیں۔ یہ تیری حرکاتِ رقصیہ، یہ تیرے سبک جسم کا لوچ، یہ تیرے چہرے پر نسوانی چہروں کے مانند چھایا ہوا محجوب انفعال یہ تیرے برہنہ سینے پر جگمگاتے ہوئے ہار اور جوان بازوؤں پر جڑاؤ بازو بند، یہ تیرے زریں دھوتی سے جھانکتے ہوئے پاؤں دیکھکر میرا دل کانپ گیا۔

تجھے یاد نہیں نوجوان! وہ تیرا باپ وہ فرشتہ منش بزرگ جو دیکھنے میں ایک سیدھا سادھا مسلمان تھا لیکن لڑائی کے وقت ایک بپھرا ہوا شیر۔ جس کے فولادی سینے میں ہزاروں طوفان پناہ گزیں تھے جو اپنی مضبوط کلائی سے وقت کی باگ موڑ دینے کا عزم رکھتا تھا۔ جس کا شباب جنگ کے میدانوں میں اور تلواروں کے سایے میں گذرا۔ فتح کی دیوی جس کی رکاب ہمیشہ تھامے رہی۔ جو جرات و ہمت کا دیوتا، صبر و استقلال کا پتلہ اور شجاعت و تدبر کا پیکر تھا۔ جو دکھیوں کا سہارا غریبوں کا غمخوار اور دشمنوں کے لئے قہر خدا تھا۔ جس کی خودی کبھی سیاستِ افرنگ کے سامنے نہیں جھکی وہ بہادر جرنل جس کے چوڑے سینے پر تمغوں کو خود زینت حاصل تھی جس کی خودداری عزت و حمیت و شجاعت کے کارنامے آج بھی زبان زد خاص و عام ہیں تیرا بچپن جس کی آغوش میں کھیلا ہے وہ تیری یہ تصویر دیکھکر کبھی خوش نہ ہوتا۔ اس کی بلند پیشانی کا نور تیری شان میں نہیں افسوس اے نوجوان!

دنیا خاک و خون سے ہولی کھیل رہی ہے یورپین اقوام جن کو اپنی تہذیب اپنی سیاست اپنی شرافت

اپنی علمیت پر ناز تھا۔ آج خونخوار بھیڑیوں کے مانند ایک دوسرے کو نوچ رہی ہیں۔ تعیش و بے راہ روی نے آخران کا خاتمہ قریب کردیا۔ اے کمسن نوجوان دیکھ یہ حال حسرت مآل۔

دیکھو انھیں جو دیدۂ عبرت نگاہ ہو

پھر کیا تو اپنی موجودہ غلامی پر مطمئن ہے جو تیرا خیال ادھر گیا۔ تجھے شاید یہ معلوم نہیں تیرا یہ طوق غلامی تیرے اسلاف کے بیجا تعیش کا ہی نتیجہ ہے۔ مقدس کرشن کا رقص خوشی اور مسرت سے بھرپور تھا وہ اپنے وطن کو آزاد کرانے کے بعد ایک ظالم کے پنجے سے مظلوموں کو نجات دلاکر رقص کرتا تھا۔

لیکن تو اور تیری طرح ماضی سے بے خبر، حال سے لاپروا مستقبل سے بے نیاز قوم کے لاڈلے سپوت جن کے ہاتھوں میں تلوار ہونی چاہیے تھی۔ مدفنِ اسلاف پر رقص کرتے ہیں۔ تف ہے اس بے حسی پر، آنکھیں کھول اور دیکھ سیلاب کس درجہ بڑھ چکا ہے کیا تو بے حس ہے تیرے کانوں میں ان بوڑھی ماؤں کی آوازیں نہیں آتیں جن کے بیٹوں کو زبردستی مفسدوں نے خاک و خون میں نہلادیا۔ ان بیوہ عورتوں کی گریہ وزاری تو نے نہیں سنی جن کے شوہر ملک کی خاطر انواع واقسام کی تکالیف جھیل کر ختم ہوگئے ان مغموم بہنوں کو تو نے نہیں دیکھا جو اپنے پیارے بھائیوں کو ملک کی خاطر الوداع کہہ چکی ہیں۔

تیرا بڑا بھائی وہ قومی مجاہد وہ غیور و خوددار انسان جس کی گردن کبھی باطل کے سامنے نہ جھک سکی۔ دنیاوی عیش و عشرت کو ٹھکرا دینے والا بہادر جس کا شباب زلزلوں اور آندھیوں سے کھیلتا ہے۔ آزادی وانقلاب کا علمبردار جس کے ہر سانس سے آواز آتی ہے۔

کام ہے میرا تغیر نام ہے میرا شباب

تجھے یہ رقص کرتے دیکھکر کبھی خوش نہ ہوگا تو نے اور اس نے ایک ہی ماں کے دودھ کے چھاؤں میں پرورش پائی ہے۔ تیری ماں! جس کی رگوں میں اب بھی الوالعزم بہادروں کا خون دوڑ

رہا ہے اور یہ خون دودھ بن کر تیری رگوں میں پہنچ چکا ہے۔ انہی بہادروں کا خون! جن کی شجاعت سے ترکِ فلک کا زہرہ آب تھا۔

جس قوم کے ہادی کی تو نقل کرتا ہے جن کے لئے رقص و سرود عیش و عشرت جزوِ زندگی تھا وہ قوم اب ملک کی خاطر عیش و عشرت کو تج چکی ہے اس کو اپنی ذلیل حالت کا پورا پورا احساس ہے۔ اس قوم کے مرد تو مرد عورتیں بھی ظلم و جور و استبداد کا نشانہ بن رہی ہیں۔ قید کے شدائد اور مصائب ملک کی آزادی کی خاطر جھیل رہی ہیں۔ ان کے پھول سے چہرے کملائے ہوئے ہیں۔ ان کے نازنین جسم زار و نزار ہیں لیکن یہ جرأت و ہمت کی دیویاں ان دکھوں کی پرواہ نہ کرتے ہوئے آگے بڑھے جا رہی ہیں۔ وہ ہر ہر قدم پر اس کا ثبوت دے رہی ہیں کہ ہندوستان کی روح اب بیدار ہو چکی ہے۔ تو ان کو دیکھ یہ کنول کے پھول کے سے پاؤں جو فرشِ مخمل پر رقص کرنے کے قابل تھے۔ اب قید خانوں کی پتھریلی زمین ان کے لئے ہے۔ وہ نازک اور بل کھا جانے والے جسم جن کی ہر حرکت پر رقص کا دھوکا ہوتا ہے ملک و قوم کی خاطر شدائد بھگت رہے ہیں۔ پھر تجھ کو یہ زیبا ہے کہ اس کا احساس نہ کرے اور رقص کرتا رہے۔ تیرے آبا و اجداد کا نسلی غرور، تیرے بہادر باپ کا جلال اور باہمت بھائی کا عزم، تیری یہ تصویر دیکھ کر شرما گیا ہے۔ ہم تیری تصویر اس طرح دیکھنا چاہتے ہیں کہ تیرے منہ پر مردانہ رعب ہو تو قومی جنگ کے لئے کمر بستہ ہو، تیرے دلیرانہ عزم کو کوئی طاقت بھی نہ توڑ سکے تو دیوانہ وار آگے بڑھتا جائے اور تیری ذات ملک و قوم کے لئے باعثِ فخر ہو۔ یہی تیرے مرنے والے باپ کی آرزو تھی اے نوجوان!